بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادارہ القادسیہ برائے نشر واشاعت

پیش کرتا ہے

برادر ابویزید حفظہ اللہ کے مضمون کا اردو ترجمہ

بعنوان

سمیر خان: خوشی کا چہرہ

انساپئر میگزین کے شمارہ نمبر نو کے آرٹیکل کے ضمن میں

Abu Yazeed

SAMIR KHAN:
THE FACE OF JOY

کیا آپ کبھی اخلاق و جرأت میں اعلی قدر و قامت کے حامل مطلوب آدمی سے ملے ہیں (مطلوب؛یعنی دشمن جس کی تلاش میں ہو اور اسے پکڑنا چاہتا ہو)؟ کیا آپ کی نظریں کبھی ایسے جنگجو پر پڑی ہیں جو اپنے خوشی سے چمکتے چہرے کے ساتھ شادمانی لے کر آیا ہو؟ ایسا بہادر جس کی لغت (ڈکشنری) میں بزدلی کے لفظ کا وجود ہی نہ ہو؟ یہ ہے جہاد میں میرے قریبی ترین دوستوں میں سے ایک کی زندگی: سمیر خان رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ سمیر بن ظفر خان تھا، جو القعقاع الامریکی کے نام سے زیادہ بہتر طور پر جانا جاتا تھا۔ اُس میں امت مسلمہ کی خدمت کرنے کا مستقل و مصمم عزم پایا جاتا تھا۔ اِس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کیونکہ اُس کی بنیادیں پاکستان سے جڑی تھیں، ایک ایسی زمین جس نے ایسے کئی عظیم مرد پیدا کیے جنہوں نے جہاد کا علم اُٹھایا۔ وہ دو مقدس مقامات کی سرزمین (بلادِ حرمین) میں پیدا ہوا۔ اپنے دورِ طفولت سے وہ امریکہ میں پلا بڑھا۔ وہ ایک ایسا دوست تھا کہ چاہے آپ جیسے بھی حال میں ہوں، آپ اُس سے ہمیشہ تعلق رکھ سکتے تھے۔ جہاد اور رباط میں اُس کے تجربے نے اُسے اپنے بھائیوں کے ساتھ منکسر مزاج بنا دیا تھا۔ دین کے متعلق اُس کا علم ٹھوس اور وسیع تھا۔ اُس نے ثابت کر دیا کہ علم' عمل کے لئے ہے۔ اُس نے اللہ کی خاطر خون، پسینہ، اور آنسو بہائے۔ میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اُسے شہداء میں قبول فرمائے اور مغرب میں ہمارے بھائیوں کے لئے اُسے مشعل راہ بنا دے۔

مجھے وہ وقت بخوبی یاد ہے جب میں اُسے ملا؛ اُس نے مجھے ایک خوش کن مسکراہٹ اور پُر خلوص بغل گیری کے ساتھ سلام کیا، جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ میں اِس بات کا اندازہ نہ لگا سکا کہ وہ مغرب سے آنے والا بھائی ہے کیونکہ اُس نے مکمل طور پر مقامی اطوار اختیار کیے ہوئے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کو اپنا تعارف کرایا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ میرے آنے کی خبر سن کر وہ کتنا خوش اور جذباتی ہوا تھا۔ بعد ازاں مجھے اندازہ ہوا کہ اُس نے انتہائی کٹھن حالات کے تحت بہت لمبا سفر کیا تھا، اور اِس حقیقت کے بیان کی تو ضرورت ہی نہیں کہ وہ سی آئی اے کو مطلوب تھا اور وہ اُس کی تاک میں تھے۔ اُس کے دوستانہ رویے اور خوش مزاجی نے مجھے جلدی گھل مل جانے میں مدد دی۔ اُس کی ہمراہی کے دوران اُس نے کسی بھی قسم کے مواد کی پیشکش، مجلات کے لئے خاص ڈیزائننگ، مخصوص مرئی ڈیزائن کے پروگرامز میں کیسے کام کیا جاتا ہے... اِن سب چیزوں کے بارے میں جو بھی اُسے معلوم تھا وہ مجھے سکھا دیا۔ اُس نے مجھے سکھایا کہ اپنی قابلیتوں کا بہترین استعمال کیسے کروں۔ اُس کی فیاضی بے مثل تھی۔ وہ جزیرۃ العرب میں القاعدہ کے بہترین مہاجرین میں سے ایک گردانا جاتا تھا۔ میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اُسے بہترین آخرت عطا فرمائے۔

اُس کی نظمیں اُمّت کی حالت اور اِس کے مطلوبہ علاج کی تفصیل بیان کرتی تھیں۔ اُس نے بہت سی خوبصورت نظمیں گائیں بھی۔ دعوت کے لئے اُس کا معاصر ہتھیار "انسپائر" بہت کارآمد ثابت ہوا، یہ تنہا ہی اسلام کے خلاف فکری جنگ کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ضخیم محاذ تھا۔ اسلام کے دفاع کے لئے اُس کے ہتھیار بہت سادہ سے تھے؛ ایک لیپ ٹاپ اور ایک کیمرہ۔ تاہم وہ گولے بارود سے لدا ہوا تھا۔ یہ گولا بارود جہاد فی سبیل اللہ کا منہج تھا۔

ہم نے جہاد کی رودادوں کا ذکر کرتے ہوئے کافی سارا وقت اکٹھے گزارا۔ اُس نے مجھے کہانیوں میں ایک اپنی کہانی بھی سنائی۔ یمن کے دارالحکومت صنعاء پہنچنے کے بعد وہ ایک بھائی سے رابطے میں تھا جس نے اللہ کے اذن سے مجاہدین کے ساتھ اس کا رابطے کرانے میں مدد کی۔ تاہم اُس بھائی کو اپنی آمد کے بارے میں بتانے کے بعد سمیر کو پہلے امتحان سے واسطہ پڑا جب اُس کا فون گم ہو گیا۔ اُس کا دل ٹوٹ گیا کیونکہ یہ اُس کے اور مجاہدین کے مابین رابطے کا واحد ذریعہ تھا۔ اِس کے باوجود اُس نے کبھی بھی واپس پلٹنے کا نہ سوچا۔ اس مقام پر آکر وہ اللہ سے خلوص کے ساتھ مسئلے کے حل کے لئے دعا گو رہا۔ تھوڑے عرصے بعد، ایک روز جب وہ صنعاء کی ایک مسجد میں عشاء کے بعد دعا کر رہا تھا تو کسی نے اُس کا کندھا تھپتھپایا اور پوچھا کہ کیا وہ سمیر ہے۔ اس موقع پر اُس نے سمیر کو بتایا کہ یہ وہی بھائی تھا جو اُس سے رابطے میں تھا۔ اس کے بعد اُس نے اپنا سامان باندھا اور مجاہدین سے جا ملنے کے لئے عازم سفر ہو گیا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ امریکہ میں وہ کس طرح سی آئی اے کی کڑی نگرانی کے تحت تھا لیکن اللہ کی مدد سے وہ اُن کے شریر منصوبوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

میں اُس کی روداد سننے کے لئے پر جوش تھا، بالخصوص یہ جان کر کہ وہ امریکہ سے ہجرت کر کے آیا ہے، "خوابوں کی سرزمین" سے۔ وہ سرزمین جہاں دنیادار دیوانہ وار جاتے ہیں اور وہاں رہنا چاہتے ہیں۔ امریکہ میں— جیسا کہ جوان آدمی وہ تھا— اُس کے پاس وہ سب تھا جس کی نوجوان آدمیوں کو حاجت اور ضرورت ہوتی ہے۔ اِس سب کے باوجود اُس نے آرام و سکون کی زندگی ترک کر دی اور ایک ایسے ملک منتقل ہو گیا جس سے نکل کر دنیادار باہر بھاگتے ہیں۔ صرف اِس (ملک) کے نام کا ذکر ہی اُنہیں پریشان کر دیتا ہے۔ وہ یہاں اِس لئے آیا کیونکہ اُس کا ایمان اُسے لے آیا۔ وہ اِس لئے آیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُس پر ایک مذہبی فریضہ عائد ہے۔

ایک مرتبہ میں نے اُس سے پوچھا کہ اُس نے "ابو شِدّۃ" کے نام کا انتخاب کیوں کیا تھا، جو اُس کے عرفی ناموں میں سے ایک تھا۔ اُس نے وضاحت کی کہ اُس نے اِس کا انتخاب اِس لئے کیا تھا کیونکہ یہ اسم "شِدّہ" سے بنتا ہے، یعنی سختی، اِس پہلو پر زور دیتے ہوئے کہ یہ کفار کے لئے مقصود تھا۔ وہ— جیسا کہ میں سمجھ سکا— دشمنانِ اسلام کو دہشت زدہ کرنے کے لئے سخت ترین القاب منتخب کرنا چاہتا تھا۔ یہ محض ایک لقب نہیں ہے۔ اُس کے افعال کفار کے خلاف اُس کی سختی کی تصدیق کرتے تھے۔ مجھے اِس بات کا اُس وقت

پتہ چل گیا تھا جب میں نے امریکہ میں لیا گیا اُس کا ایک انٹرویو دیکھا۔ اُس (انٹرویو) میں اُس نے کہا: ''امریکی قابضین... یہ کفار ہیں اور اللہ کی کتاب کے مطابق ہر کافر جہنم میں جائے گا۔'' اِس سوال پر کہ اُسے امریکی آبادی میں رہنا کیسا لگتا ہے جو عراق میں اپنی افواج بھیج رہی ہے، اُس نے جواب دیا: '' اُن کے خاندانوں کے ساتھ جو بھی ہو، اُن کے بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ جو بھی ہو، مجھے اُس سے کوئی واسطہ نہیں ہے، کیونکہ بنیادی طور پر وہ کفار ہیں، اور اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے تو وہ کفار ہیں، اور اگر اُن کی موت اسی حالت میں واقع ہو جاتی ہے، بالخصوص جبکہ وہ فوج میں ہیں، تو پھر وہ اہلِ جہنم ہیں اور مجھے اُن کے لئے کوئی فکر نہیں۔ اور اگر وہ شکوے کریں، آہ وزاری کریں، یا روئیں، اِس سے کچھ بھی نہیں بدلے گا۔'' یہ 'براء' (کفار سے برأت) کی بہترین مثال ہے اور اِس پر ایسے عمل کیا جاتا ہے (جیسے سمیر نے کیا)۔ اُس کا ایک اور وصف جس کا میں مداح ہوں، گمراہ فرقوں سے اُس کی ناپسندیدگی تھی۔ یہاں مجھے واضح کرنا ہے کہ گمراہ فرقوں سے میرا کیا مطلب ہے۔ اِس کا مطلب وہ مختلف اسلامی گروہ نہیں ہیں جو ایک ہی مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ اِس سے مراد وہ فرقے ہیں جو شریعت کے مقرر اصولوں سے ہٹ چکے ہیں۔ یعنی کہ اُنہوں نے اپنے لئے ایسی بنیادیں قائم کرلی ہیں جو اسلام کی مقرر شدہ بنیادوں سے مختلف ہیں۔ کیونکہ اِن چیزوں پر اتفاق رائے ہے، یہ عقیدے' ایمان' اور منہج کے مسائل ہیں (اِن سے ہٹنے کی گنجائش نہیں)۔ تاہم، وہ اُن لوگوں کو مخلصانہ نصیحت کرتا تھا جنہوں نے جہاد کے علاوہ راستہ اختیار کیا۔

مجاہدین کے لئے اُس کی محبت آشکارہ تھی۔ وہ جزیرۃ العرب میں مجاہدین سے بات چیت کرنے کا اتنا مشتاق تھا کہ اُس نے کافی سارا وقت عربی زبان سیکھنے میں گزارا۔ مجھے کوئی ایسا وقت یاد نہیں جب ہم ملے ہوں اور اُس نے عربی لغت سے متعلق کوئی چیز مجھ سے نہ پوچھی ہو۔ میں جب بھی اُس سے ملتا، میں نے اُس کی عربی میں بہتری محسوس کرتا۔ اپنی رہائش کے عرصے کے دوران اُس نے عربی زبان میں بہت ترقی کی یہاں تک کہ آپ آسانی سے اِس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ یہ انگریزی بولنے والا بھائی ہے۔ ایک بھائی نے مجھے بتایا کہ سمیر کی موجودگی میں اُسے انگریزی کی مشق کرنے کا موقع مل گیا، چنانچہ ایک مرتبہ اُس نے سمیر کو انگریزی میں ایک میسج بھیجا مگر اُسے اُس وقت حیرت ہوئی جب سمیر نے عربی میں جواب دیا۔

وہ محض مجاہدین کے ہمراہ رہنے کے لئے بیرونِ خانہ رہنا پسند کرتا تھا۔ اُن کے ساتھ اُس کے کئی مزاحیہ واقعات ہوئے۔ مجھے یہ والا واقعہ بالخصوص یاد ہے جو ایک بدّو بھائی کی طرف سے ہوا۔ جب اِس بھائی کو سمیر کے امریکہ سے آنے کی خبر دی گئی تو وہ کہنے لگا: ''ماشاء اللہ! بعض نصاریٰ (عیسائی) تک ہمارے ساتھ مل کر جہاد کر رہے ہیں!'' ایک اور بھائی نے سمیر سے انگریزی میں ہنس کر دکھانے کی فرمائش کی! مجاہدین نے اُس کی محبت کے بدلے میں اُس سے محبت کی۔ وہ اُسے اپنے لئے ترغیب و تحریص بھی تصور کرتے تھے کیونکہ وہ سمندر پار سے اسلام کے مقصد کی مدد کرنے کے لئے آیا تھا۔ اُن میں سے کچھ کو یہ احساس ہوا کہ یہ مقصد اُس

(تصور) سے کہیں بڑھ کر ہے جو وہ پہلے سمجھ رہے تھے۔ ایک بھائی نے کہا: "بلاشبہ یہ ایک عالمی مقصد ہے۔" بالفاظِ دیگر، وہ مجاہدین کے لئے دعوت (کا مصدر) تھا۔ اسی طرح مغرب میں اور بھائی بھی (مجاہدین کے لئے دعوت کا مصدر) ہیں جو اپنے عمل کے ذریعے جہاد میں شریک ہوتے ہیں۔ وہ قتال کے محاذوں پر مجاہدین کو اُس وقت خوشی فراہم کرتے ہیں جب مجاہدین سنتے ہیں کہ دشمن کی پیٹھ پر وار ہو رہا ہے۔

اگرچہ عربی اُس کی مادری زبان نہیں تھی، اُس نے قرآن کریم سے بہت کچھ یاد کیا ہوا تھا۔ اُس کی تلاوتِ قرآن اتنی خوبصورت تھی کہ کوئی اُس کی تلاوت گھنٹوں سُن سکتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب بھی وہ کسی نماز کی امامت کراتا، وہ ایسی سورت کی تلاوت کرتا جس کا تعلق مجاہدین کے احوال سے ہوتا یا وہ سورتیں جو قتال فی سبیل اللہ اور اللہ کی راہ میں شہادت سے متعلق ہوتیں۔ سورۃ الانفال کی تلاوت اُس کی سب سے زیادہ مرتبہ دہرائی جانے والی ہوتی تھی۔

جب وہ امریکہ میں مسلمانوں کی حالت کی بابت کرتا تو وہ اکثر مجھے بتاتا کہ اُس کی کتنی خواہش تھی مغرب، بالخصوص امریکہ، سے آنے والے ہر بھائی نے (وہاں) ملک کے اندر جہاد میں حصہ لیا ہوتا۔ اُس نے وضاحت کی کہ دشمن کے پچھواڑے میں اُس پر حملہ کرنا جہاد کی مدد کرنے کے بہترین طریقوں میں سے ایک ہے۔ لہٰذا یہ اسلام کے مقصد کی عظیم معاونت کرتا ہے۔ یہ (امر) اُسے اپنے ذاتی تجربے سے معلوم ہو چکا تھا۔

وہ انتہائی قابلِ اعتماد تھا اور میڈیا کے میدان میں اہم کرداروں کی ادائیگی کے لئے شیوخ اُس کا انتخاب کرتے تھے۔ وہ ایک ڈیزائنر، ایڈیٹر، ترجمہ نگار اور جنگجو ہونے کی حیثیت سے متعدد کردار ادا کرتا تھا۔ سمیر سب میں اپنی زبردست خود اعتمادی کی وجہ سے پہچانا جاتا تھا جو اُس کی کشادہ مسکراہٹ سے چھلکتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اُس کی مسکراہٹ حوصلے بلند رکھنے کے لئے اُس کا ایک طریقہ تھی۔ وہ ہمیشہ بھائیوں میں مدد کا ہاتھ بانٹنے والا ہوتا کیونکہ ہر کوئی اُسے ہر وقت بامروت اور فیاض پاتا۔ وہ عسکری تربیت، دوڑ، اور کُشتی میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں محظوظ ہوتا۔ ایک وقت میں اُس کے ساتھ ایک دوسرے گھر میں مقیم تھا۔ ہم ٹیلی ویژن کے پروگرام باری باری دیکھتے۔ سمیر بالعموم دستاویزی فلمیں (ڈاکومینٹریز)، خبریں اور اِس قسم کی چیزیں دیکھتا جبکہ ہم ایک اور مہاجر بھائی کو ہمیشہ ٹیلی ویژن سے چپکا ہوا دیکھتے جو (چینل) سیٹ کر کے صحراء میں اسپورٹس یوٹیلٹی گاڑیوں (SUV) کے درمیان گھرے اونٹوں کو دیکھتا رہتا، اور پس منظر میں بدوی شاعری گونج رہی ہوتی۔ جب سمیر نے یہ دیکھا تو اُس نے اُس سے مزاح کرتے ہوئے کہا: "تم ہمیشہ بدوی چینل کیوں دیکھتے ہو؟ باقی ہم سب کی طرح تم تہذیب و تمدن کی جانب واپس کیوں نہیں لوٹ سکتے؟" بھائی نے سمیر کی طرف دیکھا اور ہنس پڑا۔ سمیر سمجھتا رہا کہ یہ مزاح تھا، بعد میں اُسے پتہ چلا کہ اُس بھائی نے اُس مواد کی گھنٹوں پر

محیط ریکارڈنگ کر کے سمیر کی ہارڈ ڈرائیو پر محفوظ کر دی ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ سمیر نے اُس بھائی کو انگریزی خبریں ریکارڈ کرنے کی ذمہ داری دی کیونکہ انگریزی بولنے والے بھائیوں میں سے اور کوئی بھی اُس خاص وقت پر ٹیلی ویژن کے پاس موجود نہیں تھا۔ جب اُس بھائی نے ریکارڈنگز سے بھری فلیش ڈرائیو واپس بھیجی تو اُس میں زیادہ تر صحرائی بدوی مواد تھا۔ ہم سب ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔ بعد ازاں ہمیں اُس کی طرف سے اصل ریکارڈنگز موصول ہو گئیں، سمیر نے اندازہ لگایا کہ اُس بھائی نے پہلی والی از راہِ مزاح بھیجی تھی۔

شہادت فی سبیل اللہ کے لئے سمیر کی محبت غیر معمولی تھی۔ وہ اِس کی حمدیں گایا کرتا۔ وہ اکثر خوبصورت نظمیں گایا کرتا جو بعد میں میری پسندیدہ بن گئیں، جیسے ایک جس کا عنوان تھا ''میں ایک شہید ہوں۔'' جب میں نے پہلی مرتبہ یہ سنی تو اِس نے مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری کر دی۔ میں واقعی حیران تھا کہ وہ اِس کے ذریعے اپنے مافی النفس کا اظہار کس طرح کر رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ واقعتاً شہادت کے مرحلے سے گزر چکا ہو۔ اب جب وہ اللہ کے اذن سے شہید ہو گیا تو مجھے احساس ہوا کہ اللہ کے وعدے پر اُس کا یقین انتہائی پختہ تھا۔ اب اس نظم کو سننا بذاتِ خود ایک ترغیب ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے سمیر ہمیں ایک پیغام پہنچا رہا ہے کہ اُسے کیا کیا نعمتیں میسر ہیں۔ مجھے یاد ہے اِس موضوع پر ایک گفتگو کے بعد کہ کیا بہتر ہے، فتح یا شہادت، اُس نے مجھے ایک میسج بھیجا جس کے الفاظ ہمیشہ کے لئے کسی بھی مخلص مجاہد کے کانوں میں گونجتے رہیں گے۔ اُس نے لکھا: ''شہادت وہ چیز ہے جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں میرے بھائی۔ ہم اُس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک ہم وہ نہ پا لیں جس کے لئے ہم آئے تھے۔'' یہ بیان واقعی سچا ہے کیونکہ کامیابی ہم پر یا ہماری تنظیم پر منحصر نہیں ہے۔ یہ راتوں رات نہیں آئے گی اور نہ ہی چند مہینوں کے عرصے میں آئے گی۔ بلکہ یہ ایسی چیز ہے جو اللہ کی جانب سے آتی ہے۔ مزید برآں، ہم جہاد میں اس لئے آئے ہیں تاکہ آخرت میں کامیابی پا سکیں۔ کیا ایسا نہیں؟ اسے پڑھ کر خوف اور پریشانی کا ہر لمحہ خوشی میں تبدیل ہو گیا کیونکہ شاید میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے اللہ سے ملاقات کی جانب گامزن ہوں! پس پریشانیوں میں مسکراؤ اور ملاقات کی امید رکھو۔

آخر میں ہم آپ کو سمیر کی آخری وصیت کے ساتھ چھوڑتے ہیں جو اُس کی ہارڈ ڈرائیو میں ملی تھی۔ اِس میں اُمّت کے نام اور اُس کے ساتھ مجاہدین فی سبیل اللہ کے نام ایک خطاب ہے۔

سمیر کا پیغام:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

بے شک تمام حمد و شکر تنہا اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ کے آخری رسول پر سلامتی اور رحمت ہو۔

پہلے میں اُمّت کو مخاطب کروں گا، کیونکہ اسی کے سبب میں اللہ کی راہ میں نکلا۔ میں نے فلسطین، عراق، افغانستان، پاکستان، صومالیہ، الجیریا، اور دیگر مقامات میں تمہارے مصائب دیکھیں ہیں۔ میں نے غزّہ کے حملے میں اسرائیل کا جارحانہ رویہ دیکھا ہے۔ میں نے بغداد میں ہماری ماؤں کو آبروریزی ہونے کی وجہ سے روتے دیکھا ہے۔ میں نے ہلمند میں ہمارے خاندانوں کو آسمان سے گرائے جانے والے سفاکانہ میزائلوں کی وجہ سے مرتے دیکھا ہے۔ میں نے ہماری بہنوں کو اسلام آباد میں دشمن کی اسلام کے ساتھ عداوت کی وجہ سے مرتے دیکھا ہے۔ میں نے موگادیشو کے لوگوں کو روتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ اُنہوں نے غاصبوں کے ہاتھوں اپنے اہلِ خانہ کا عالمی قتل ہوتے ہوئے دیکھا۔ میں نے الجیریا میں ہزاروں مسلمانوں کو قتل ہوتے دیکھا ہے کیونکہ وہ اللہ کا قانون نافذ کرنا چاہتے تھے۔ میں نے تکلیف اور اذیتیں دیکھی ہیں اور مستقل دیکھ رہا ہوں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہم بدترین منافقت ہوتے دیکھ رہے ہیں؛ وہ لوگ جو اسلامی عقیدے کا دعوی کرتے ہیں وہ اپنے مذہب سے محبت رکھنے والے مسلمانوں کو قتل، اذیت، آبروریزی، مار دھاڑ، لوٹ کھسوٹ اور تذلیل سے دوچار کر رہے ہیں... اور وہ یہ سب اپنے اُس آقا کی خاطر کر رہے ہیں جو واشنگٹن میں براجمان ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی عقل و شعور کا دعوی کرے اور پھر اُن کے ہاتھوں میں بیٹھا رہے؟ میرے لئے یہ ممکن نہیں تھا۔ میرا احساسِ ندامت ہی میرا طرزِ فکر بن گیا تھا؛ میں اپنے بارے میں کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایک ایسا شخص بنوں جو اُمّتِ مسلمہ کو اُس کی ابتری سے بچانے کا زندگی بھر کا نادر موقع گنوا دے۔

ہمارے علماء نے –یعنی وہ جو اِن جارح ظالموں کے منہ پر حق بات کہنے سے نہیں ڈرتے –ہماری اُمّت کے ساتھ ہونے والے وحشی پن کا شرعی اسلامی ردعمل واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ میں یہ تفصیلات اور حوالہ جات دینے نہیں جا رہا کہ جہاد کس طرح ہر قابل مسلمان پر فرض عین ہو گیا ہے۔ ہمارے علماء، جیسے شیخ عبداللہ عزام، نے اِس کو صراحت سے واضح کر دیا ہے۔

تاہم میں جس چیز کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں وہ موت ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جو لوگوں کی عام گفتگو کا حصہ نہیں ہے کیونکہ اِس (موضوع) کے نتائج انسان کو اُس سمت کے بارے میں سوال اٹھانے پر مجبور کرتے ہیں جس سمت اُس کی زندگی جا رہی ہوتی ہے، حتی کہ انتہائی دین دار مسلمانوں کے لئے بھی ایسا ہی ہے۔ آج کی فعال ترین مسلمان کمیونیٹیز میں بھی موت ایک ایسی چیز نہیں ہے جس پر گفتگو کی جائے کیونکہ زندگی ایک زیادہ پُر کشش متبادل بن چکی ہے۔ کیا ہم موت میں بحیثیت انسان اپنا عمل دیکھتے

ہیں؟ موت ایک امتحان کا اختتام ہے۔ قرآن ہمیں بارہا بتاتا ہے کہ اِس دنیا کی زندگی محض ایک امتحان ہے تاکہ ہمیں اِس بات کی یاد دہانی کراتا رہے کہ ہمیں اپنے تمام اعمال میں اللہ کی اطاعت کرنی ہے، نتائج چاہے کچھ بھی ہوں۔ یہاں کلیدی لفظ 'نتائج' ہے۔ ستمبر (گیارہ) کے بعد کی دنیا میں معزز ترین اموات بھی مسلم عوام میں اِس وجہ سے بُری نظر سے دیکھی گئیں کہ اب یہ دشمن کے دہشت گردی کے الزام سے منسوب ہو گئیں تھیں۔ ہمیں یہ حقیقت یاد رہنی چاہیئے کہ اللہ کی سنت کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتی، چاہے کوئی کسی بھی دور میں ہو۔ جب کوئی موت کے بارے میں زیادہ سوچتا ہے تو وہ بہترین انداز میں مرنے کے بارے میں زیادہ سوچے گا کیونکہ عام موت مرنے کی نسبت اِس طرح (عمدہ موت کی صورت میں) جہنم کی آگ میں جانے کے امکانات قدرے کم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللهِ سَبْعَ خِصَالٍ : يُغْفَرُ لَهُ عِنْدَ أَوَّلِ دَفْعَةٍ مِنْ دَمِهِ، وَيُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُحَلَّى حُلَّةَ الْإِيمَانِ، وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُجَارُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَيَأْمَنُ يَوْمَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ، الْيَاقُوتَةُ مِنْهُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ إِنْسَانًا مِنْ أَقَارِبِهِ

"بیشک شہید کے لیے اللہ کے ہاں سات انعامات ہیں: خون کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی اُس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا، وہ قبر کے عذاب سے محفوظ کر دیا جائے گا، وہ روزِ محشر کی عظیم دہشت سے محفوظ کر دیا جائے گا، اُس کے سر پر ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کے جواہرات دنیا و مافیہا کی ہر چیز سے زیادہ خوبصورت ہوں گے، اُس کا بہتّر حور العین سے نکاح کیا جائے گا، اور وہ اپنے خاندان کے ستّر افراد کے حق میں شفاعت کر سکے گا۔"

یہ حدیث حسن اور صحیح کے درجے پر ہے اور اسے احمد، ابن ماجہ، اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

مسلمان اُس محبت کو بھی بھول جاتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو شہادت فی سبیل اللہ سے تھی۔ آپ ﷺ سے یہ فرمان مروی ہے:

"لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ......"

"میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔

آپ ﷺ نے یہ الفاظ ایک ہی بیان میں تین بار دوہرائے۔ ایسا اِس لئے تھا کہ ہمارے نبی ﷺ ایسی موت مرنے کی اہمیت کو خوب سمجھتے تھے جو انسان کو ممکنہ طور پر جہنم سے بچالے۔ ایک شخص عمر بھر ایک اچھا مسلمان ہو سکتا ہے۔ وہ سخی، نرم خو، فیاض، ایک خطیب، ایک چُست داعی، ایک عوامی کارکن، ایک عالم وغیرہ ہو سکتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اِن تمام اقسام کے لوگوں کی جنت میں جانے کی ضمانت ایک ایسے مجاہد سے کمتر ہے جو اپنا آپ اللہ کی راہ میں کھپا دیتا ہے، اللہ کے لئے مارتا ہے اور مارا جاتا ہے۔ کتبِ احادیث میں جہاد اور شہادت کے مراتب کے ابواب کھولیئے اور خود دیکھ لیجئے کہ کون سے انعامات ایک مجاہد کے منتظر ہوتے ہیں۔

جب ایک مسلمان مجاہد بنتا ہے تو اُس کے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان صرف ایک چیز ہوتی ہے: خالص نیت۔ اُسے مسلسل اپنی نیت کی حفاظت کرتے رہنا چاہیئے، اور خدمت کے تمام اعمال، چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے، خالصتاً اللہ کے لئے کرنے چاہئیں۔ بس اتنا ہی ہے۔ مرنے کے بعد کامیاب ہونے کے لئے صرف یہی چیز درکار ہے۔ وہ مسلمان جو نہ تو مجاہد ہے اور نہ ہی بننے کی نیت رکھتا ہے، اُس پر گناہوں اور خواہشات وغیرہ کا شدید حملہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ میں — وہ زمین جہاں میں پلا بڑھا — ہر طرف گناہ ہیں، حتیٰ کہ غیر ارادی ترین حالات میں بھی۔ ایسی عورتوں کو دیکھنے کا گناہ جنہوں نے درست طریقے سے اپنا آپ نہیں ڈھانپا ہوتا... دفاتر میں، کالج کیمپس میں، سپر مارکیٹس میں اور ہر جگہ، وہ ہر جگہ دیکھنے کو ملیں گی۔ اکثر اوقات بندے کو اُن کے ساتھ براہِ راست کام کرنا پڑتا ہے اور بار بار اُن پر نظر پڑتی ہے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ ہمیں صرف ایک نظر کی اجازت ہے اور اِس کے بعد (نظر ڈالنا) گناہ بن جاتا ہے۔ مغرب میں اگر آپ اُس بندے کی جانب نہ دیکھیں جس سے بات چیت کر رہے ہیں تو یہ بات انتہائی بدلحاظی تصور کی جاتی ہے۔ نتیجتاً یہ بات کام کی نوعیت کے لحاظ سے بندے کو اپنے دین میں سمجھوتے کرنے پر مجبور کرتی ہے، یہ ایک مثال ہے (اِس طرح کام کے علاوہ معاملات کے دیگر مواقع کی کتنی ہی مثالیں ہیں)۔ مزید برآں، کفار کے درمیان رہنے کا گناہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنِّي بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْمُشْرِكِينَ" (المعجم الكبير للطبراني)

"بیشک میں اُس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین میں رہے۔

جنگی سیاست میں، جب مسلمان کافر دشمنوں سے لڑ رہے ہوتے ہیں اور اُن دشمنوں میں ساتھ مسلمان بھی رہائش پذیر ہوتے ہیں تو اِس کے نتیجے میں مسلم نفوس کی غیر ارادی اموات واقع ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر، نیویارک شہر میں 9/11 کی کاروائی میں بعض رپورٹس کے مطابق پانچ سو مسلمان مارے گئے۔ کیا یہ مجاہدین کی غلطی ہے؟ وہ تو محض امریکہ کے اقتصادی ڈھانچے اور اُس کی علامت کو ہدف بنا رہے تھے کیونکہ یہ (امریکی) اپنے ماہرینِ اقتصادیات کو اپنے فائدے میں ایک ایسی عالمی سلطنت قائم کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں جہاں دنیا اِن کے ماتحت ہو جائے۔ لہٰذا مسلمانوں کے لئے امریکہ میں رہنا خطرناک ہے کیونکہ امریکہ اور مغربی دنیا دار الحرب (جنگی علاقے) ہیں اور یہ مسلمانوں کو مکمل جواز فراہم کرتے ہیں کسی بھی طریقے کا انتخاب کر کے اُن پر آزادانہ حملے کریں۔

رہے وہ لوگ جو ہم پر بے گناہ شہریوں کے قتل کا الزام عائد کرتے ہیں، تو اُنہوں نے موضوع کا غور سے مطالعہ ہی نہیں کیا ہے۔ مختصراً، اگر مسلم اور غیر مسلم قوم کے درمیان کوئی عہد نہ ہو تو پھر مسلمان غیر مسلم علاقے میں جتنی تعداد میں چاہے کفار کا قتل کر سکتا ہے۔ اِس بات کی شرعی دلیل کئی علماء نے قائم کی ہے، جیسے شیخ عبد اللہ بن ناصر الرشید، شیخ ابو عبد اللہ المہاجر وغیر ھم۔

آج کی دنیا میں جہاں امریکہ نے عالمِ اسلام کے خلاف ایک جارحانہ صلیبی جنگ برپا کر رکھی ہے- جنگ کے زمینی میدان میں بھی اور مسلمانوں کے قلوب واذہان کی جنگ کے فکری میدان میں بھی- تو امریکیوں کو ایک سبق سکھائے جانے کی ضرورت ہے کہ اُنہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے اور ہمارے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ جب تک وہ ہمارے لوگوں کو قتل کرتے رہیں گے، ہماری زمینوں پر قبضہ جماتے رہیں گے، اسرائیل کی حمایت کرتے رہیں گے، مسلم علاقوں میں ظالم حکمرانوں کی مالی پشت پناہی کرتے رہیں گے اور اسلام کی ایجادِ نو کرنے کی کوشش کریں گے تو ہم اُن کو اور اُن کی قوم کو سخت ترین سزا دیں گے۔ ہم اُنہیں جو پیغام پہنچاتے ہیں وہ یہ ہے: ہم ایسے لوگ نہیں جنہیں تم ٹھوکروں پر رکھو، ہم سے اِس توقع کے ساتھ کہ ہم عاجزی اختیار کیے رہیں۔ بلکہ ہم صحابہؓ کی اتباع کرتے ہیں لہٰذا کفار پر سخت ہیں۔ اُن لوگوں سے خبردار رہو جو صحابہؓ کو اپنے لئے عملی نمونہ بناتے ہیں کہ، اللہ کی قسم، بالکل جیسے صحابہؓ نے فارس وروم کی دھجیاں اڑا دی تھیں ہم بھی تمہاری بودی سلطنت کی دھجیاں اڑا دیں گے۔ ہم تمہاری زمین پر ویسے ہی حملوں کی بمباری کریں جیسے اُنہوں نے اپنے دشمنوں پر اپنی تلواروں اور نیزوں سے بمباری کی تھی۔

میں دنیا بھر میں اپنے مجاہدین بھائیوں سے بالعموم اور یمن والوں سے بالخصوص خطاب کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ آپ سب کی حفاظت فرمائے اور آپ کو وہ قوتِ ارادی، طاقت، عزم، اور یقین عطا فرماتا رہے کہ آپ اُس کے دشمنوں سے لڑائی جاری رکھیں۔ آج ہم ایک ایسی جنگ لڑ رہے ہیں جو ان شاء اللہ عالمی خلافت کی واپسی کے ثمرات حاصل کرے گی۔ ہماری آج کی یہ جنگ ہم سے ہر قسم کی

مہارت میں اتم کوششوں کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ ہم انسانیت کے لئے ایک حکومت قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سو آپ کو میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ علمِ نافع سے اعراض نہ برتیں، وہ علم جو اِس دنیا میں ہمارے اہداف کو آگے بڑھانے میں استعمال ہو سکے۔ میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ اپنے اخلاق یا رویے میں اللہ سے ڈریں۔ حد سے زیادہ مزاح اور ہنسی سے گریز کریں۔ جتنا زیادہ کوئی ہنستا ہے اتنی ہی اُس کی قدر کم ہوتی ہے۔ 'صفات الصفوۃ' میں درج ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے الاحنف بن قیس سے فرمایا: "اے احنف، جتنا زیادہ کوئی ہنستا ہے اُتنی ہی اُس کی قدر کم ہوتی ہے۔ جو بہت زیادہ مزاح کرتا ہے وہ ایسا شخص ہے جو غیر سنجیدگی سے لیا جاتا ہے۔ جو کسی چیز کی تکرار کرتا ہے وہ اُسی کی نسبت سے پہچانا جاتا ہے۔ جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ غلطیاں کرتا ہے، اُس میں حیا کم ہوتی ہے اور جس میں حیا کم ہوتی ہے اُس میں تقویٰ کا درجہ بھی کم ہوتا ہے، اور جب کسی میں تقویٰ کا درجہ کم ہو جاتا ہے تو اُس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔" یہ عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے پاس مسجد میں تشریف لائے اور اُنہیں ہنستے ہوئے دیکھا تو اُن سے فرمایا: "اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔" اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کردار ایک رونے والے شخص کا سا تھا بلکہ وہ ہر وقت مسکراتے رہتے تھے۔ اُن کے اِس بیان سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ ہلکے پھلکے مزاج کے حامل ایسے شخص، جو چیزوں کو سنجیدگی سے نہ لے، کے برعکس ایک فرد کو سنجیدہ ہونا چاہیئے۔ کوئی جتنا کم مزاح کرتا اور کم ہنستا ہے اُتنا ہی اُس کے دل کے لئے کمزور پڑنا اور اللہ کی یاد سے غافل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اور ہم یہ چیز کتنی زیادہ بار دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ ہنسنے اور مزاح کرنے والوں کے دل اللہ کے ذکر سے سب سے زیادہ دور ہوتے ہیں؟

اخلاق کے متعلق جو دوسرا نکتہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ دوسروں کو تنگ کرنے کا مسئلہ ہے۔ میرے بھائیو، اپنے فارغ وقت کا فائدہ اُٹھاؤ کیونکہ شاید یہ آپ کو دوبارہ کبھی نہ ملے۔ اپنے بھائیوں دوستوں کو تنگ کرنے اور اِس پر ہنسنے کی بجائے اپنا وقت اللہ کے ذکر، جسمانی ریاضت، کتب بینی، اور دنیاوی علوم (کے حصول) میں گزارو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کو تنگ کرنا حرام ہے۔" خود آپ کو بھی یہ کبھی بھی اچھا نہیں لگے گا کہ آپ کو تنگ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ساتھ ویسا سلوک کرو جیسا تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ سنت کا اتباع آپ کا طرزِ زندگی ہونا چاہیئے اور آپ اُس میں پناہ، امن، اور خوشی محسوس کریں گے چاہے آپ کیسے بھی حالات میں ہوں۔ جب آپ سنت ترک کیے رہیں گے تو آپ بوریت اور بد اخلاقی سے بآسانی متاثر ہوتے رہیں گے۔ محض جہاد میں آپ کے موجود ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کے پاس جنت کی ضمانت ہے؛ آپ کو اِس کے لئے محنت کرنی ہو گی۔ آپ کے اور جنت کے درمیان صرف ایک چیز حائل ہے اور وہ آپ کا دل اور موت کے وقت اِس کی حالت

ہے۔ میں آپ سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو کسی بھی ایسے کام میں مصروف رکھیں جو آپ کو شیطان کے وسوسوں سے بچائے۔

یہ تھیں سمیر کی وصیتیں۔ سمیر جو سدا اپنی گرم جوش مسکراہٹ کی وجہ سے یاد رکھا جائے گا جو اُس کے پر تپاک سلام کے ساتھ آتی تھی۔ میں جب بھی بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں میں سمیر کی مثالیں دیتا ہوں۔ اُس کی پُر امیدی، نرم دلی، فیاضی، انکساری، اور شجاعت... یہ وہ چیزیں تھیں جنہوں نے اُسے بہت سے دوسروں سے مختلف مقام دیا تھا۔ وہ مجاہدین کے لئے ایک نمونہ تھا اور ہمارے دلوں میں ہمیشہ اسی طرح آباد رہے گا۔